

سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ انہ (۳؎)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشان

پروفیسر محمد اسمٰعیل صاحب ایم اے
پادری غلام مسیح صاحب } ایڈیٹرز
مینو منزل۔ وارث روڈ۔ لاہور
پادری ڈبلیو جے کلارک صاحب
ایم اے ایمپرس روڈ۔ لاہور مینیجر

جملہ خط و کتابت ذریں سبیل زر بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیے اور مضامین و اشتہارات وغیرہ برائے اندراج بنام ایڈیٹرز ارسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہو

جلد ۵۲ | ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہو۔ ۴ جولائی ۱۹۲۴ء | نمبر ۲۷

مدرسہ علم آلٰہی سہارنپور

یہ ایک نہایت مسرت بخش خبر ہے کہ امسال مدرسہ علم آلٰہی سہارنپور میں طلباء کی تعداد بڑھ گئی ہو۔ ماہ اپریل ۱۹۲۴ء کی تیسری تاریخ کو نئی جماعتیں شروع ہوئیں اور ۳۰ جون سن رواں کے اختتام پر گذشتہ سال کے ۱۶ طلباء کی بجائے ۱۹ طلبا درج رجسٹر ہیں۔ موسم گرما کی تعطیلات کی وجہ سے اب مدرسہ بند ہو زیادہ تر طلبا اپنے گھروں کو چلے گئے ہیں ۱۰ ستمبر کو پھر مدرسہ کھلیگا۔ اس وقت ۳-۴ اور طلبا کے داخل ہونے کی امید ہے۔

اس سے بڑھ کر ہمت افزا ایک اور بات یہ ہو کہ وہ طلباء جو اب داخل ہوئے ہیں ان میں زیادہ ترقی نظر آتی ہے۔ انگریزی جماعت میں ۴ طلبا ہیں اور ایسی بڑی انگریزی جماعت پہلے کبھی نہیں ہوئی۔ ستمبر میں ایک نئی انگریزی جماعت کھولنے کی درخواست کی گئی ہے اور امید ہے کہ دو یا اس سے زیادہ طلباء اس میں شامل ہونگے۔ ہمارے طلباء میں سے تین گریجوایٹ یا بی۔ اے پاس ہیں ایک انڈر گریجوایٹ اور چار نے دسویں درجہ تک تعلیم حاصل کی ہے۔ دیگر طلباء میں سے زیادہ تر مڈل تک تعلیم یافتہ ہیں۔ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ ایسے طلباء کو اعلیٰ لائسنس شیٹ کورس میں داخل کریں جنہوں نے کم از کم مڈل کا امتحان پاس کیا ہو۔

الٰہ آباد ۱ (ستمبر میں ایک اور کے داخل ہونے کی امید ہے) فرخ آباد ۷۔ لودھیانہ ۱ لاہور ۱۰ کل تعداد ۱۹ ہے ۔

مذکورہ بالا شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ لاہور پریسبٹری امسال طلبا کے بھیجنے میں فرخ آباد پریسبٹری سے سبقت لے گئی ہے جو کہ اس امر میں بہت سالوں تک سبقت کا جھنڈا اپنے پاس رکھتی رہی۔ یہ لاہور پریسبٹری کے کئی ایک ممبران کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ امید کی جاتی ہے کہ دوسرے بھی ان کے اعلیٰ نمونہ کی پیروی کرینگے۔

امسال ہمارا خرچ پہلے کی نسبت بہت بڑھ گیا ہے محض ماہواری وظیفوں ہی کا بل ۳۰۰ روپے کی بجائے ۵۰۰ روپے ہو گیا ہے اور علاوہ اس کے طرفہ یہ کہ بورڈ کی طرف سے بھی امداد کا پانچ فیصدی حصہ یا ۳۷۵ روپے کم ہو گئے ہیں۔ یہ ایک بڑا نقصان ہے جس کو ہم بمشکل تمام پورا کر سکینگے۔ لہٰذا پریسبٹرین کلیسیائے ہند کی جنرل اسمبلی کی ہدایت کے مطابق چار پریسبٹریوں کی کلیسیاؤں کے نام برائے امداد درخواست کی گئی۔ اس پر انہوں نے ذیل کی رقوم ارسال کرنے میں کمال ہمت دکھائی

الٰہ آباد پریسبٹری

جھانسی کی کلیسیا [illegible] جمنا کی کلیسیا [illegible] کٹڑا کی کلیسیا [illegible] کانپور کی کلیسیا [illegible] ۔ میزان [illegible]

فرخ آباد پریسبٹری

اٹہ کی کلیسیا [illegible]
اٹاوہ کی کلیسیا [illegible]
میزان [illegible]

لودھیانہ پریسبٹری

دہرہ دون کی کلیسیا [illegible] انبالہ شہر کی کلیسیا [illegible]
انبالہ چھاؤنی کی کلیسیا [illegible] میزان [illegible]

کیلاگ میموریل چرچ مصوری مادہ [illegible] کل میزان ۔۔۔۔ [illegible]

ہم ان کلیسیاؤں کی اس امداد کے تہ دل سے ممنون و مشکور ہیں اور ہم نہایت

خاکساری کے ساتھ اُن کلیساؤں سے التماس کرتے ہیں جنہوں نے اب تک ہماری درخواست کی تعمیل نہیں کی کہ کم از کم ایک اتوار کا چندہ ہمیں عنایت فرمائیں۔

ہمیں آپ کی مدد کی بہت ضرورت ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح اس کمی کو جو کہ بورڈ کی طرف سے ہوئی ہو پورا کریں۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ ہم موجودہ طلبا میں سے اور ان میں سے بھی جو کہ ستمبر میں آنے کے خواہاں ہیں واپس بھیجنے کو مجبور کئے جاویں۔

ایچ۔ سی۔ ولٹی

واعظوں کیلئے نوٹ

مرحوم سپرجن سے کسی نے کہا کہ کیوں آپ کی وعظ کی اتنی تاثیر ہے اور ہماری نہیں؟ اس نے جواب دیا۔ اس لئے کہ جب میں وعظ کرتا تو مسیح کو اپنے آگے رکھتا اور میں خود پیچھے کھڑا رہتا ہوں۔

قیصر قسطنطین نے جبکہ ایک جگہ بہت سے اپنا بُت دیکھے تو اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر میں اپنا بُت بنواؤں تو گھٹنے ٹیکے ہوئے بنواؤنگا۔ کیونکہ گھٹنے ٹیکے ہوئے میں نے یہ رتبہ حاصل کیا ہے۔

کسی خادم الدین نے ایک نقال سے پوچھا کہ کیوں میری نصیحت پر کوئی توجہ نہیں کرتا۔ مگر تمہاری نقل پر کرتا؟ اس نے کہا اس لئے کہ میں جھوٹی باتوں کو اس طور پر پیش کرتا جیسی سچی باتیں۔ مگر آپ سچی باتیں اس طرح پیش کرتے ہیں کہ گویا وہ خیالی ہیں۔

متی ایک بادشاہ کا نوکر تھا۔ اس لئے خدا نے اُسے چنا کہ وہ اس انجیل کو لکھے جس میں ایک بڑے بادشاہ کا ذکر ہے۔ جو کل دنیا کا حاکم ہے۔

مرقس ایک خادم تھا (اعما ۱۲: ۱۲ و ۱۳: ۱۹) اس لئے یہ مناسب تھا کہ وہ خداوند کی ویسی تصویر کھینچے جو جلال کا بادشاہ ہو کر سب کا خادم بنا۔

لوقا ایک طبیب تھا (کلس ۴: ۱۴) اس لئے لازم تھا کہ وہ ایک ایسے حکیم کا بیان کرے جو انسان کو گناہ کی بیماری سے بچائے۔

یوحنا وہ شاگرد تھا جس سے یسوع پیار کرتا تھا۔ اس لئے اُس نے وہ محبت آمیز انجیل لکھی جو بنی نوع انسان کو زمین سے اُٹھا کر آسمان تک پہنچاتی اور خدا کے بیٹے کا جو باپ کی گود میں ہے جلال دکھاتی ہے۔

اگر تیرا دہنا ہاتھ تجھے ٹھوکر کھلائے تو" ہاتھ کاٹنے کا کام ہمیں آپ کرنا ہے۔ چھری ہمیں خود چلانی ہے اس کام کو ہمارے لئے کوئی دوسرا نہیں کریگا نہ خدا اور نہ انسان۔ پس اپنے ہر ایک عضو کو جو خدمت کے کام میں ہارج ہے کاٹ ڈالو اور آف تک نہ کرو جس طرح ٹھوکر کھلانے والے عضو کو اپنے ہاتھ سے کاٹنا پڑتا ہے۔ اسی طرح خداوند کے مبارک سر پر اپنے ہاتھ سے شاہی تاج یا کانٹوں کا تاج ہم رکھتے ہیں۔ اگر شاہی تاج اُس پر رکھیں تو اُسے اپنی زندگی کا بادشاہ قرار دیتے ہیں۔

سامری عورت (یوحنا ۴: ۷) جو غیر قوم کی کلیسیا کا نمونہ اور تمام کلیسیا میں ملکر مسیح کی دلہن ہے خداوند کو کنوئیں پر ملی۔ ایسے ہی حضرت موسےٰ نے اپنی زوجہ کو کنوئیں پر پایا (خروج ۲: ۱۶، ۱۷) ربقہ نے اضحاق کو کنوئیں پر پایا (پیدا ۲۴: ۱۵) راخیل نے یعقوب کو کنوئیں پر پایا (پیدا ۲۹: ۹)

جتنی صلیب بڑی ہو اتنی ہی دعا سرگرم ہوتی ہے (بزرگ پادری کلارک صاحب مرحوم)

ابو العزیز

نور افشاں کے لئے آپ نے کتنے خریدار دیئے ہیں؟ منیجر۔

منقول از روزنامچہ سفر

چوہدری غلام حیدر صاحب

۳۰ جولائی ۱۹۲۰ء

القنطرہ (ملک مصر) کا مشہور و معروف ریگستان پیش نظر ہے جس کے لفظی معنی پل کے ہیں۔ مگر عوام اسے صحرای سینا کہتے ہیں۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ صحرای سینا کے کنارے پر نہر سویز کے مشرقی ساحل کے قریب واقع ہے۔ جس سمت نظر اُٹھتی ہے ریت کے انبار حریف کوہ نظر آتے ہیں۔ یہاں کی ریت میں چمکدار ذرے ہیں۔ جنکو الومنیم دھات کے اوراق لطیف کہہ سکیں۔ بلکہ بغور دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مختلف رنگ کے نہایت باریک پتھر کے ٹکڑے ہیں جنکو امتداد زمانہ نے گھس گھس کر گول کر دیا ہے بعینہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سینکڑوں کوس تک سرسوں کے دانے بکھرے ہوئے ہیں۔ اگرچہ خاکی رنگ کے سنگ ریزوں کا عنصر غالب ہے مگر شفاف بھی بکثرت ہیں۔ جو سچے موتیوں کی طرح چمکتے ہیں۔ کہیں کہیں سُرخی مائل بھی نظر آتے ہیں۔ پانی کی قلت ہے مگر ان مقامات میں جہاں فوج کا قیام رہتا ہے دریای نیل سے نل کے ذریعہ پانی آتا ہے۔

۳۱ جولائی ۱۹۲۰ء

آج تفریح طبع کے لئے باہر نکلا۔ نہر سویز کی سیر کی یہ نہر بحیرۂ احمر اور بحیرہ روم کے درمیان بحری راستہ ہے جو ۹۰ میل لمبا (اس میں ۴۵ میل جھیلوں کی لمبائی بھی شامل ہے) اور تقریباً ۳۳۰ فٹ چوڑا ہے اس کی گہرائی ۳۴ فٹ ہے۔ یہ نہر مصر۔ ٹرکی۔ روس۔ فرانس اور آسٹریا کے اتفاق سے تعمیر کی گئی تھی۔۔۔۔ ۔۔۔ فرنگیوں نے تعمیر کے وقت (دیکھو صفحہ ۱۱)



نور افشاں

مطبوعہ ۴ جولائی ۱۹۲۴ء

مہاتما سُندر سنگھ

جائے مسرت ہو کہ ہمارا ہر دلعزیز و پیارا مسیحی رسول مہاتما سندر سنگھ تمام ہند کا دورہ ختم کر کے ابھی سباٹھو پہنچا ہو اس سفر میں قریباً سات ماہ لگے ہیں۔ خدا نے نہ صرف آپ کو سفر کی صعوبتیں برداشت کرنے کی قدرت بخشی بلکہ جملہ مشکلات پر فتح عظیم دیکر آپ سے تمام ہند میں اپنی شان و بزرگی کے لائق خدمت کرائی اس دورے میں بھی آپ اس قدر مسیحی خدمت میں مصروف رہے کہ اپنی خدمات کا ذکر بصورت تحریر کرنا آپ کے لئے بہرحال محال کام رہا۔ اس بڑے دورے میں صرف ایک دفعہ ملک آسام سے ہمیں اپنے عظیم الشان کام کی خبر دے سکے یا اب سباٹھو پہنچکر اطلاع دی ہے۔ مگر اب سباٹھو تشریف لانے کی دیر تھی کہ جنوبی افریقہ اور امریکہ کی بلاہٹیں پہلے ہی خدمت میں پہنچ گئی ہیں۔ ہم آپ کی مسیحی خدمات کی فتوحات کے لئے دل سے خدا کا شکر کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اب خداوند آپ کے آرام کے ایام میں آپ کو اپنی تازہ قوت اور روح القدس کی معموری سے معمور فرمائے۔ آپ کے سا مقدر ہے آپ کو مسیحی زندگی کا زیادہ مسیحی چشمہ بنا دیوے۔ آپ کے وسیلے اس کی مسیحیت کی ندیاں تمام زمین کے باشندوں کو زیادہ سیراب کریں مسیحیت کے پیاسے آپ کے وسیلے سے زیادہ سیری و آسودگی حاصل کریں آمین جملہ ناظرین (نور افشاں) مسیحی رسول مہاتما سندر سنگھ کے لئے دعا گو رہیں کہ آنے والا دورہ جو ان گرمیوں میں کے بعد ہوگا وہ خداوند یسوع مسیح کے اُن ارادوں کی تکمیل ہو جو ہند کے باشندوں کی نجات و ہدایت کے متعلق ہیں

ہمارے قابلِ فخر مہاتما سندر سنگھ نے ناظرین نور افشاں کے لئے ایک مختصر سا پیغام بھیجا ہے جسے ہم خوشی سے درج اخبار کرتے ہیں۔ — سوہنا ۔ ایڈیٹر

مسیحیت کی صداقت

کسی مذہب کے عالمگیر اور سچا ہونے کا ثبوت اس کے لوگوں کی عملی زندگی کے مفید ثابت ہونے پر موقوف ہو اور اگر وہ ہر حالت اور ہر درجے کے لوگوں کے لئے مفید اور ترقی کا باعث نہ ہو۔ تو نہ وہ عالمگیر مذہب ہوگا اور نہ ہی سچا ہوگا۔ میں دنیا کے قریباً چالیس مختلف ممالک میں سفر کرتے ہوئے بذات خود دیکھا کہ جن لوگوں نے بدل و جان مسیحیت کو قبول کیا۔ یہ اُن کی زندگی میں کچھ ہیں۔ اور ہر طرح سے مفید اور باعثِ ترقی ہو رہی ہے اور اُس کی زندگی اس بات کا علانیہ اور عملی ثبوت ہے۔

یہ بات سراسر غلط ہے کہ مسیحیت یورپ امریکہ یا کسی اور ملک میں ناکام اور قاصر ثابت ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ ہر ملک میں وہ لوگ جن کو دین و مذہب سے کچھ سروکار نہیں پائے جاتے ہیں۔ اُن کو صرف دنیا اور اُس کی چیزیں حاصل کرنے سے مطلب ہے وہ مسیحیت کی صداقت کو سمجھنے اور اُس سے مستفیض ہونے میں ناکام اور قاصر رہے ہیں۔ جس میں مسیحیت کا نہیں بلکہ لوگوں کا قصور ثابت ہو۔

مسیحی مذہب اس دنیا اور آئندہ جہان ہر دو میں برکت اور زندگی حاصل کرنے کا وسیلہ ہے۔ اگر تجربہ یہ ثابت کر دے کہ مذہب سے یہاں پر لوگوں کا روحانی تقاضا پورا نہیں ہوتا تو آئندہ کسی وقت اُس کے پورا ہونے کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ خلاً ہندو مذہب کے مطابق روح انسانی ازلی ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر ازل سے اب تک تناسخ کے چکر سے نجات نہ حاصل ہوئی تو آئندہ تا ابد نجات کے لئے کیا امید ہو سکتی ہے؟

اور اگر بدھ مت کی تعلیم کے مطابق یہ مان لیں کہ نجات اور برکت ہر قسم کی خواہشات سے رہائی پانا ہے بلکہ خواہشات کو مارنا ہی نجات ہے تو ان معانی کی نجات ناممکن ہے۔ کیونکہ شخصیت بغیر خواہش کے بے جان اور مردہ ثابت ہے تو خواہشات سے نجات موت کی ہمعنا ہوگی۔ علاوہ اس کے تمام خواہشات کو مارنے کی خواہش بھی تو ایک خواہش ہے تو بھلا خواہش سے چھٹکارا کہاں ہوا ؟ یہ تو گویا آگ سے آگ کو بجھانا اور پانی سے پانی کو سکھانا ہوگا۔ جو کہ ایک انہونی اور خلاف عقل بات ہے۔

البتہ اگر ناجائز اور بُری خواہشات کو مارنے کا حکم ہو تو اس پر سب حق پرستوں کا اتفاق ہے۔ مگر جائز خواہشات کا جائز طریقہ پر پورا کرنا خالق کا مقصد ہے۔ جیسا کہ خدا نے بھوک اور پیاس پیدا کی تو ساتھ ہی سیری و آسودگی کے لئے سامان بھی مہیا فرما دیا ہے اور جنہوں نے اپنے تجربہ میں مسیحیت کو سچا اور حقیقی مذہب پایا ہے جو اُنہوں نے اُن کی دلی تمنا اور زندہ روحانی تقاضا کو پورا کر دیا ہے وہ اپنی زندگی میں اس کا ثبوت دے رہے ہیں۔

مجھے اِن چند گذشتہ مہینوں میں ہندوستان کے مختلف حصوں اور پہاڑی علاقوں میں دورہ کر کے خدمت کرنے کا اتفاق ہوا اور بہت سی جگہوں میں یہ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی کہ جنہوں نے مسیحیت یعنے زندہ مسیح سے زندگی اور برکات حاصل کی ہیں وہ اس حقیقی زندگی اور برکتوں کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے کس قدر تن من اور دھن سے کوشش

کر رہے ہیں۔ خلاً تھوڑا عرصہ ہوا جب میں نے چند ہفتے کے لئے ایک جنرل اسمبلی اور دیگر روحانی جلسوں کے لئے آسام میں بلایا گیا تھا۔ وہاں کے مسیحیوں کی زندگی دیکھ کر نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک میٹنگ میں سات ہزار مسیحی فراہم ہوئے۔ مرد، عورت، بڑھے جوان اور امیر و غریب ہر قسم کے لوگ حاضر تھے جو دور سے پیدل چلکر اور اپنے خرچ سے تکلیفات اٹھاتے ہوئے عبادتوں میں شامل ہوئے معلوم ہوا کہ یہ مسیحی جن میں زیادہ تعداد غریبوں کی ہے ہر روز اپنے پڑوسیوں کو مسیح کے پاس لانے کے لئے کوشش کرتے ہیں۔ علاوہ مردوں کے صرف عورتیں بیس ہزار روپے سالانہ تعلیمی اور بشارتی کام کے لئے جمع کرتی ہیں۔ جس سے کام بخوبی چل رہا ہے۔ ایسا ہی چند اور جگہوں میں دیکھا گیا۔ یہ ہے مسیحی زندگی جس سے مسیحیت کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ اب چاہئے کہ ہم بھی اپنی اپنی زندگی اور حالت پر غور کریں کہ کیا میں نے مسیحیت کو اپنی زندگی میں سچا اور برکت کا وسیلہ پایا ہے؟ اگر پایا تو میں اس کو دوسروں تک پہنچانے کے لئے کیا کر رہا ہوں؟ کیا میں اپنے فرائض کو ادا کر رہا ہوں؟ اگر نہیں تو اب موقع ہے کہ نہ صرف برکت اور زندگی بلکہ کل برکات اور زندگی کے سرچشمہ کو حاصل کرے اور دوں کو بھی اسکی بشارت دوں۔ آمین

فقیر حقیر بسنت سنگھ

ینابیع المسیحیت

مسیحیت اور مسیحیوں کے عقائد نامے

ہم پیشتر ذکر کر چکے ہیں کہ مسیحیت صرف عقائد نامونکا مجموعہ نہیں ہے مسیحیت عقائد ناموں سے بہت زیادہ حقیقت ہے۔ اس حقیقت کی ہم نے پیشتر تشریح کر دی ہے۔ اب ہم مختصر طور سے یہ بات بھی تبلانا چاہتے ہیں کہ مسیحیت کا بھی عقائد نامہ ہے۔ اس عقائد نامہ کا نام انجیل مقدس ہے۔

اس کے سوا مسیحیوں کے اَور عقائد نامے بھی ہیں جن کو فی زمانہ مسیحی بناتے اور مانتے آئے ہیں۔ ان جلیبائی عقائد ناموں میں ایک عقائد نامہ ایسا نہیں جو انجیل کا بدل ہونے کی حیثیت رکھتا ہو۔ کوئی مسیحی جماعت آجتک ایسی نہیں ہوئی۔ جس نے اپنے عقائد نامہ کو انجیل کا بدل سمجھا ہو۔ پس مسیحیوں کے عقائد نامے اگرچہ جماعتی انتظام کے لئے ہمیشہ سے ضروری سمجھے گئے ہیں۔ مگر اُن کو کبھی کسی نے سہو و خطا سے مُبرّا اور انجیل کی مثل الہامی نہیں مانا ہے۔ نہ اُن پر فی زمانہ مسیحیوں کا اتفاق و اتحاد ہوا ہے۔ صرف مسیحیوں میں انجیل ہی ایک ایسی کتاب جس پر ہر زمانے کے مسیحی متفق چلے آئے ہیں۔ لہٰذا مسیحیوں کا متفق علیہ عقائد نامہ صرف انجیل مقدس ہی ہے

مسیحیوں کا ہر ایک عقیدہ انجیل مقدس پر مبنی ہے۔ جو عقیدہ انجیل سے ثابت ہو اُس کی درست تفہیم پر مبنی ہو اُسے دنیا بھر کی مسیحی جماعتوں میں مقبولیت عامہ حاصل ہو۔ اس عقیدہ کے درست ہونے اور ماننے میں کسی مسیحی کو عذر نہیں ہو سکتا۔ اس کی بابت ہر ایک مسیحی یہ اقرار کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیگا کہ اس عقیدہ میں اعتقاد کی ہوئی حقیقت ضرور انجیل کا موضوع ہے۔ پر یاد رہے کہ مسیحی ہونے کے لئے اس عقیدہ کو مان لینا کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام باتوں کا حصول ضروری ہے جن کا پیشتر ذکر ہو چکا ہے

مسیحیوں نے جو عقائد نامے آجتک انجیل کی بنا پر بنائے ہیں ان میں اس اعتقاد کی ہوئی حقیقت کو کم یا زیادہ سمجھنے کا ضرور امکان پایا جاتا ہے جب کسی واحد حقیقت پر مسیحی جماعتوں کا مختلف اعتقاد ہو تو ہر ایک مسیحی مجبور نہیں ہے کہ وہ کسی جماعت کے خاص عقیدہ کو مانے ایسے حال میں ہر ایک مسیحی خود کلام ربانی کی روشنی میں ہر ایک عقیدہ کو رکھ کر دیکھ سکتا ہے کہ کونسا عقیدہ زیادہ انجیل کے موافق ہے اور اسی کو مان سکتا ہے اگر مسیحی کی زندگی مسیحیت کی دوسری نعمتوں کی وارث ہو تو کسی مسیحی کا ہرگز حق نہیں کہ اس کی مسیحیت پر شبہ کرے کیونکہ مسیحی عقائد ہرگز انسانی فہم کی سہو و خطا سے اور افراط و تفریط سے مبرا نہیں ہو سکتے۔ نہ ہر ایک انسان کی عقل و فکر اور علم و ادراک کے موافق ہو سکتے ہیں یہ ستم صرف مسیحی عقائد میں ہی نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک مذہب کے عقائد میں پایا جاتا ہے اُن کے مقابل مسیحیوں میں بہت کم ہے۔

دیگر مسیحیوں اور غیر مسیحیوں کے مقابل ہر ایک مسیحی مسیحیت کی بابت کوئی نہ کوئی عقیدہ رکھ سکتا ہے جس کی وہ انجیل کے موافق تفسیر و تشریح کرکے دوسروں کو اپنے عقیدہ کی طرف مائل کر سکتا ہے۔ اس سے اختلاف رائے کا تو امکان ہے پر اس قسم کی اختلاف رائے کو انجیل یا مسیحیت سے انکار کا نام نہیں دے سکتے نہ کسی مسیحی سے یہ حق چھین سکتے ہیں کہ وہ دینی عقائد پر رائے زنی نہ کرے۔ صرف متقدمین کے عقائد کو بغیر سوچے سمجھے مانتا چلا جائے۔ مسیحیت ہرگز کسی مسیحی سے اخلاقی و مذہبی آزادی کا جائز حق نہیں چھینتی۔ پس مسیحیت کی بابت عقیدے رکھنے اور ان پر رائے زنی کرنے میں ہر ایک مسیحی آزاد ہے۔ پر اس عقیدہ کا غلط یا درست ہونا اس کی تشریح کے غلط یا درست ہونے پر موقوف ہے۔ جس کا ہمیشہ سے فیصلہ کثرت رائے سے ہوتا آیا ہے۔ غرضیکہ مسیحیت کا عقائد نامہ صرف بائبل یا انجیل ہی ہے۔ جو اس کے سوا مسیحیوں کے عقائد نامے ہیں ان میں سہو و خطا کا امکان ہے۔ ان میں مسیحی اختلاف رائے کے ہو سکتے ہیں۔ پر اُنکی



شخصی رائیں تب تک کسی توقیر کے لائق نہیں ہوتی ہیں جب تک وہ مسیحی جماعتوں سے قبول نہ کی جائیں پس ہمارے مخالفین اس بات کو سمجھ لیں کہ مسیحی عقائد میں بعض مسیحیوں کی شخصی رائیں تو ہو سکتی ہیں پر یہ شخصی رائیں عقیدے نہیں بنجاتیں۔ جب تک کہ مسیحی لوگوں کی ذمہ دار جماعت اُن راؤں کو قبول کرکے انہیں جزوِ عقیدہ نہ بنالیوے۔ مزید براں مسیحی جماعت کو یہ پورا اختیار ہے کہ جب اُسے کسی عقیدہ میں غلطی کا احساس ہو تب ہی وہ اس غلطی کی اصلاح کرلے۔ پس مسیحیوں کے عقیدے خدا کے الہام سے نہیں بنائے گئے۔

جو قوانین فطرت یا بائبل کی طرح غیر متغیر ہوں وہ تو مسیحیوں نے فی زمانہ اپنی علمی استعداد و معلومات کے موافق بائبل سے اخذ کئے ہیں۔ ان میں سہو و خطا کا امکان ہے۔ وہ بدل سکتے ہیں۔

ہادیانِ جنگ کی رائ متعلق مے نوشی

ہادیان جنگ اعظم کی رائ قابل غور ہے۔ جن میں جنرل پرشنگ نے فرمایا کہ جب تک میں فوج کا افسر ہوں امتناعی شراب پر کہے جاؤنگا۔ کسی نے کہا کہ آپ اس مسئلہ پر عجلت نہ کیجئے۔ جواب دیا۔ کہ میں مانعت پر کہنے سے کسی نوع تساہل نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ وہ میرے لوگوں کے لئے سب سے بڑا دشمن ہے۔ بلکہ دشمن کی گولیوں سے بڑا دشمن۔ ایک زمانہ تھا کہ مے نوشی اور بدمستی سپاہیوں کی زندگی کا ایک فطرتی خاصہ بن گیا تھا۔ مگر وہ زمانہ رفت و گذشت ہو گیا اور سپاہیوں نے قسم کھائی ہے کہ ہم اپنے ملک کے جھنڈے اور قوم کی شان اور طاقت کو بچائینگے۔ مضبوط عصب۔ صاف دماغی اولو العزمی جو سپاہیوں کا جوہر طبعی ہے فوج کی جنگی قابلیت کو دوبالا کرتے ہیں۔ اور حوصلہ عالی اور صحیح اور صاف محکۂ جنگ کے جان اور مغز ہیں۔ ممالک متحدہ امریکہ کے میجر جنرل اور ائن صاحب فرماتے ہیں کہ فوج کی ترتیب جبھی تک قائم رہ سکتی ہے۔ اگر بوجہ شراب کوئی سپاہی ٹھیک طور قدم دھرنے میں قاصر ہوجائے اور شور و غل کرے جبکہ خاموشی نہایت ضروری اور لازمی ہو اور یا اس پر نیند کا غلبہ ہو جبکہ چست و چالاک رہنا بالطبع اُس کا فرض ہے۔ ہمارا کام یہ ہے کہ دشمن کی سخت زدو کوب کریں۔ الکحل نا قابلیت پیدا کرتی ہے

امریکن ریڈ کراس نے الکحل کو کسی صورت میں جائز نہیں سمجھا کہ وہ جوش دلانے والی ہے نہ کہ مقوی فریق استحابیان کی رائے ہے۔ ہمیں تمہیں سے زیادہ ہے یعنی جرمنی آسٹریا اور شراب سے اور جہاں تک ہم نے دیکھا ہے شراب سے بڑھکر کوئی مہلک دشمن نہیں معلوم ہوتا۔ بقول لائیڈ جارج وزیر برطانیہ اعظم۔ نائب امیر البحر جلیکو فرماتے ہیں کہ میرے مشاہدہ میں یہ بات آچکی ہے کہ فیصدی ۳۰ بدبہیئے رم شراب کے گولہ اندازی میں کمی واقع ہوئی ہے۔

لارڈ کچنر کا قول ہے کہ ہم اپنے ملک کے لئے جانفشانی کرنا اسی وقت میں فرض سمجھ سکتے ہیں جب لوگ شراب سے سخت اجتناب کرکے صحیح الدماغ ہوں۔ ہر کام کے کرنے میں قابلیت کی ضرورت ہو اور اسی وقت اس کا ٹھیک انجام ہوسکتا ہے۔ بقول لارڈ رابرٹس۔ مجھے ایک پرہیزگار فوج دو تو میں اسے باسہولیت کہیں لے جاسکتا ہوں۔

اڈمنڈ پوئی کیر پریسیڈنٹ فرانس کا قول ہے کہ مے نوشی جرمنی کے سخت دشمن ہے۔

جنرل جافرے کا قول ہے کہ الکحل فوج کی جسمانی طاقت اور اخلاق کو بگاڑتا اور نزاع میں ڈالتا ہے اور دشمن کے مقابل قومی حفاظت کے خلاف ایک جرم ہے۔

ضرورت ہے کہ ہمارے ہادیان قوم بھی جو ہند کی بھلائی اور بہبودی کا بیڑا اُٹھائے ہوئے ہیں اسکی تائید کریں (مخزن پرہیزگار)

فلسفۃ الاذہان

فائدہ مطلق فلسفہ

(ب) فائدہ خارجی

گذشتہ سے پیوستہ

(از قلم ڈاکٹر مولوی حشمت اللہ لودیانہ)

تعلیم کی اغراض کے باب میں لوگوں کی رائیں عموماً غلط ہیں۔ اکثر آدمی سمجھ نہیں سکتے کہ تعلیم کی کون سی غرض ہے جو کہ قدر اور عظمت کی زیادہ مستحق ہو اس لئے پیشتر اس کے کہ میں اسبات کے ظاہر کرنے کی کوشش کروں کہ فلسفہ کی قدر کس خاصیت پر مبنی ہے۔ یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ میں صحیح طور سے واضح کردوں کہ کسی شاخ علم کی قدر یا فائدہ سے کیا مراد ہے؟ اس سے ہماری تحقیقاتِ فلسفہ کا راستہ اور بھی صاف ہوجائیگا۔

بعض اشیاء بذاتہ مفید ہوتی ہیں اُن کو غایت (انجام) کہا جاتا ہے۔ لیکن بعض بذاتہ مفید نہیں ہوتیں۔ بلکہ اس سبب سے کہ وہ دیگر غایات کے حصول کا آلہ بنجاتی ہیں مفید کہلاتی ہیں ان کا نام ذریعہ یا وسیلہ ہے۔ غایات کی قدر یا فائدہ **فائدہ مطلق** کہلاتا ہے۔ اور ذریعوں کا فائدہ **فائدہ اضافی** کے نام سے موسوم ہے۔ آدمی کی مطلق غایات صرف دو ہیں یعنی تکمیل اور تفریح تکمیل سے یہ مراد ہے کہ تمام قوائے انسانی کو خواہ



وہ جسمانی ہوں یا روحانی۔ ذہنی ہوں یا اخلاقی ایک باقاعدہ و مکمل ورزش میں لا کر مستحکم اور مضبوط کیا جائے۔ تفریح سے یہ مراد ہے کہ تمام خوشگوار تاثرات جو ہمارے ذہن میں پیدا ہو سکتے ہیں ہمارے تصرف میں رہیں۔

مخفی نہ رہے کہ انسانی تکمیل اور تفریح دو مختلف اشیاء نہیں بلکہ ایک ہی شے ہے۔ کیونکہ انسانی تکمیل و تفریح کی یکسانیت کی تائید میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جس قدر کسی طاقت میں آزاد قوتی اور عرصہ دراز کے عمل کی قابلیت زیادہ ہو اسی قدر اس کی ترقی اور کمال بھی زیادہ ہوگا۔ بعینہ اسی طرح پر خوشی بھی عمل اور سرعت کی رفیق ہے۔ یعنی جس قدر تیزی طبعاً شدید ہے اسی قدر خوشی بھی زیادہ ہوگی اور جس قدر تیزی قدرتاً عرصہ دراز تک جاری رہ سکے اسی قدر خوشی بھی عرصہ دراز تک قائم رہیگی اور رنج اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب کوئی قوت اپنے قدرتی میلان عمل میں رک جائے۔ یا اُسے اُس حد سے تجاوز کرنے سے روکا جاوے کہ جس حد تک اُس کا خود بخود قدرتی میلان ہے۔

پس معلوم ہوا کہ ہمارا اپنے کمال کو ایزاد کرنا اور خوشی کو بڑھانا **ایک** ہی بات ہے۔ کیونکہ مختلف قوتوں کو باقاعدہ اور پورے پورے طور سے ورزش میں صرف اسی لئے لایا جاتا ہے کہ وہ قوتیں عادی ہو کر بالاستقلال عرصہ دراز تک بحالت فعل میں بغیر کسی رنج کے رہ سکیں یا آنکہ ہمیں اعلیٰ درجہ کی خوشی حاصل ہو۔

چونکہ انسان کو خود اپنی غایات یا اپنے خالق کے اظہارِ شان کا ذریعہ تسلیم کرنے سے ہمیں اسبات کو ماننا پڑتا ہے کہ تکمیل ہی (جس میں خوشی شامل ہے) اس کی زندگی کا مدعا ہے تو ظاہر ہے کہ اگر ہم خاص خاص عوارض اور رشتوں کا لحاظ نہ کریں تو وہی علوم اور اُن کی شاخیں مفید خیال کی جائینگی جو صرف ہماری اِنسانیت کی تکمیل کرتی ہیں یعنی ہمیں فقط بحیثیت انسان کامل بناتی ہیں۔ اس میں کچھ کلام نہیں کہ فقط اسی باعث سے ہر شے بر ملا اور بلا قید مفید کہلانے کی مستحق ہے۔ کیونکہ جب ہماری تکمیل بحیثیت انسان ہماری نوع کے لئے ایک مدعائے اعظم و عام ہے۔ ہم کسی اور اعتبار سے کسی علم کو جو کسی ادنٰے یا خاص مدعا کی تحصیل کا آلہ ہو مطلق مفید نہیں کہہ سکتے۔ بلکہ اس کا فائدہ محدود ہوتا ہے۔ اس بارہ میں عام لوگوں کا خیال بالکل غلطی پر مبنی ہے۔ کیونکہ وہ عام بول چال میں فقط اُنہیں شاخہائے تعلیم کو مفید کہتے ہیں جو انسان کو بحیثیت ایک روحانی وجود ہونے کے کامل نہیں بناتیں۔ بلکہ اُسے خاص ادنیٰ وائے پیشے اور کسب سے روپیہ کمانے کے قابل بناتی ہیں پس کچھ تعجب کا مقام نہیں کہ جب عام بول چال اور محاورہ میں لفظ مفید کا اطلاق فقط اُنہیں علوم پر ہونے لگا جنہیں جرمن روٹی اور مکھن کے علوم یعنی پیٹ کا دھندا کہتے ہیں۔ تو وہ علوم جن سے انسان کی ذہنی اور اخلاقی فضیلت بڑھے۔ عام رائے کے بموجب تعلیم کی فضول اور نکمی شاخیں خیال کی جانے لگیں۔ چونکہ مختلف اشیاء کے مختلف نام رکھنے مناسب ہیں۔ اس لئے ہم اعلیٰ فائدہ کو یعنی جس سے کہ انسان کمال ذہنی یا روحانی حاصل کرے فائدہ **مطلق یا فائدہ عام** کہینگے اور ادنےٰ فائدہ کو یعنی جس سے کہ انسان کسی مدعائے غیر کے آلہ ہونے کی حیثیت میں صاحب ہنر و لیاقت ہو جائے۔ **فائدہ خاص یا اضافی** سے نامزد کرینگے۔

ظاہر ہے کہ کسی شاخ تعلیم کے فائدہ کا اندازہ کرتے وقت ہمیں ان ہر دو معیار کو نظر انداز کریں تو ہم تعلیم عام کی کسی شاخ کی قدر معلوم کرنے میں اور زیادہ غلطی میں مبتلا ہو جائینگے۔ حالانکہ اگر دوسرے معیار کو چھوڑ دیا جائے تو اس قدر غلطی واقعہ ہونے کا اندیشہ نہیں ہے۔

مختلف زمانوں، مختلف ملکوں اور مختلف اقوام کے مختلف درجوں اور لیاقتوں کے افراد نے ان شاخوں کے فائدہ کا اندازہ فقط ایک معیار کی مدد سے کیا ہے۔ دونوں کو ملحوظ نہیں رکھا۔ مثلاً زمانہ قدیم میں جبکہ انسان کی اخلاقی اور ذہنی ترقی تمام ملکی انتظاموں اور سررشتوں کی ایک بڑی غرض خیال کی جاتی تھی۔ کل علوم کا اندازہ خصوصاً اعلےٰ معیار سے کیا جاتا تھا۔ برعکس اس کے زمانہ حال کے مہذب اشخاص جب سے ملک میں دولت کا اجتماع انتظامِ سلطنت کا ایک مسئلہ عظیم بن گیا ہے۔ فقط اعلےٰ معیار کا لحاظ کرتے ہیں۔

گناہ اور اس سے نجات

ایک تقریر جو ناروال کی کانفرنس مذاہب کے جلسہ میں کہی گئی

خدا نے ہماری سرشت میں چند جذبات اور خواہشات رکھی ہیں جو فی نفسہ بری نہیں۔ اگر ان کا جائز استعمال کیا جائے تو نیک عادات پیدا کرتی ہیں اور اگر ان کا برا استعمال کیا جائے تو گناہ اور بدی پیدا کرتی ہیں۔ مثلاً تحصیل زر کی خواہش کے ناجائز استعمال کا نام حرص اور لالچ ہے۔ لیکن جائز اور حلال کمائی کو کوئی شخص برا نہیں کہتا۔

اگر ہم سے یہ سوال کیا جائے کہ ہمارے پاس کسی جذبہ کے جائز اور ناجائز استعمال کی



کون سی کسوٹی ہے تو ہم یہ جواب دینگے کہ یہ کسوٹی خدا کی ذات کا وہ مکاشفہ ہے جو خداوند یسوع مسیح کے وسیلہ بنی آدم پر ظاہر ہوا۔ پس ہم ہر ایک خواہش کا استعمال خداوند یسوع مسیح کی پاکیزہ اور کامل زندگی کی روشنی میں پرکھتے ہیں اور جس خواہش کا استعمال اس زندگی کا متضاد ہے ہم اس کو گناہ قرار دیتے ہیں اور مسیحی فلسفۂ گناہ یہی ہے۔

جب ہم اپنی زندگیوں کی طرف نظر کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ ہم کو گناہ نے مغلوب کر رکھا ہے ہم کو ہماری بُری عادتوں اور بُری خصلتوں نے مجبور کر رکھا ہے۔ ہم حرامکاری۔ ناپاکی۔ شہوت پرستی۔ نشے بازی۔ ناچ رنگ۔ غصہ۔ حسد۔ عداوت۔ مکاری۔ غرور۔ بے رحمی وغیرہ کے ہاتھوں بک گئے ہیں اور بار بار ان گناہوں نے ہم کو مغلوب کرکے ہم کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ کئی دفعہ دل میں ارادے پیدا ہوتے ہیں کہ ہم پھر ان گناہوں کے پنجہ میں نہیں رہینگے۔ لیکن جب آزمایش آتی ہے تو ہم گر جاتے ہیں۔ کیونکہ ہم میں آزمایش کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ بار بار گناہ کرنے کی عادت ہماری فطرت ثانی ہو جاتی ہے۔ قوت ارادی بار بار گناہ کرنے سے دن بدن کمزور ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت ہماری زندگیوں میں آجاتا ہے جب قوتِ ارادی ایسی کمزور ہو جاتی ہے کہ برائے نام ہی ہم میں موجود ہوتی ہے اور ذرا سی رمق اس کی باقی رہ جاتی ہے جو نہ پیوست آزمایش کا اور اس گناہ کا جو ہماری فطرت ثانی ہو جاتا ہے مقابلہ نہیں کرسکتی۔ اور ہم گناہ کے ہاتھوں ایسے بک جاتے ہیں کہ جس کا ہم ارادہ کرتے ہیں وہ نہیں کرتے اور جس بدی کو ہم نہیں کرنا چاہتے اور جس سے ہم کو نفرت ہوتی ہے وہی کرتے ہیں۔

پس انسان اپنی کوشش سے گناہ کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ گناہ کا مقابلہ تو صرف قوت ارادی ہی سے ہو سکتا ہے جو بار بار گناہ کرنے سے تقریباً سلب ہو جاتی ہے۔ پس انسان اپنے گناہوں سے اپنی کوشش سے توبہ نہیں کرسکتا۔ کیونکہ توبہ کا مطلب یہ ہو کہ ان گناہوں سے چھوٹ کر ایسی دلپذیر نیکیاں کرنے لگے کہ وہ گویا ایک نیا مخلوق ہو جائے۔ لیکن جس شخص کی قوت ارادی کی بس رمق ہی رہ گئی ہے۔ جس میں گناہ فطرت ثانی ہو گیا ہو۔ جو گناہوں کے ہاتھ بک کر گناہ کا غلام بن گیا ہو وہ ایک دم۔۔۔ نیا مخلوق کیسے بن سکتا ہے وہ تو یہی چلا سکتا ہے کہ ہائے میں کیسا کمبخت آدمی ہوں مجھے اس گناہ سے کون چھڑائیگا؟

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو نیکی کا علم نجات دے سکتا ہے۔ اگر یہ شخص ایک دفعہ جان لے کہ فلاں کام بُرا ہے تو بس وہ اس کو نہیں کریگا۔ یہ اصحاب نیکی اور علم کو مترادف الفاظ خیال کرتے ہیں۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں۔ علم اور ادراک ایک چیز ہے۔ نیکی اور عمل علیحدہ بات ہے۔ کیا عالم بےعمل کا وجود ناممکنات میں سے ہے؟ کیا ہم اپنی زندگی میں یہ روزانہ مشاہدہ نہیں کرتے کہ ہم جانتے اور محسوس بھی کرتے ہیں کہ فلاں چیز بُری اور نفرت انگیز ہے اور پھر بھی اس کو کرتے ہیں؟ پس محض جاننے سے کہ فلاں بات گناہ ہے ہم گناہ کا جو ہماری فطرت ثانی ہو چکا ہے مقابلہ اور اس کی مدافعت نہیں کرسکتے۔

بعض اصحاب کا خیال ہے کہ ایسے شخص کو بدنی سزا دینی چاہئے۔ چنانچہ قرآن شریف میں سورہ مائدہ کے ۶ رکوع میں ہے۔ "السارق والسارقۃ فاقطعوا ایدیھما" یعنی چور مرد اور چور عورت کے ہاتھ کاٹ ڈالو۔ اور سورہ نور میں ہے "الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ" یعنی زنا کرنے والی اور زنا کرنے والے مرد کے سو سو کوڑے مارو اور اُن پر رحم نہ کرو۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا بدنی سزا سے ہم گناہ کی طاقت سے چھوٹ سکتے ہیں۔ کیا یہ حق نہیں کہ مجرم قید خانہ سے باہر نکلکر زیادہ سنگدل ہو جاتا ہے؟ پھر سزا سے ہم صرف ظاہری اعمال کو ہی روک سکتے ہیں۔ لیکن گناہ تو ظاہری اعمال کو ہی نہیں بلکہ دل کی بُری خواہشوں اور باطنی بُرے ارادوں کا نام ہے۔ زانی کو ظاہری عمل زانی نہیں بناتا بلکہ خداوند مسیح فرماتا ہے جس کسی نے بُری خواہش سے کسی عورت پر نگاہ کی وہ اپنے دل میں اُس کے ساتھ زنا کر چکا" سو کوڑوں کی سزا سے ہم نے فعل کو تو بالفرض روک لیا لیکن بُرے ارادے کو تو ہم نیک ارادہ نہیں بنا سکتے وہ شخص جو بُرے ارادوں کے ہاتھوں بک گیا ہے اور بُری خواہشوں کا غلام ہے وہ تو ویسا ہی گنہگار رہا اُس کی تو اصلاح نہ ہوئی۔ اس میں تو گناہ ویسے ہی حکومت کرتا ہے

پس ظاہر ہو گیا کہ جب گناہ کا ہم پر غلبہ ہو جاتا ہو اور وہ ہماری فطرت ثانی ہو گیا اور ہم اس کے محکوم اور غلام ہو گئے تو نہ اپنی کوشش سے اور نہ علم کے ذریعہ اور نہ ہی سزا کے خوف سے ہم اس سے نجات پا کر اپنے دل کو تبدیل کرسکتے ہیں۔ اسی صداقت کا بیان رسول عربی نے کیا ہے۔ چنانچہ مشکوٰۃ میں آیا ہے کہ حضرت نے فرمایا۔ اذا سمعتم بجبل زال عن مکانہ فصدقوہ واذا سمعتم برجل تغیر عن خلقہ فلا تصدقوہ فانہ یصیر الی ما جبل علیہ یعنی اگر تم سنو کہ ایک پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل گیا۔

تو اس بات کا یقین کر لینا۔ پر جب سنو کہ ایک آدمی کا خلق بدل گیا تو اس بات کا ہرگز یقین نہ کرنا کیونکہ انسان اپنی عادت جبل پر قائم ہوتا ہے۔

پادری برکت اللہ

غزل

مجھے تقدیر یہ گردش دکھائیگی یہاں کب تک
زمیں بنکے پھریگی سر پہ میرے آسماں کب تک

تمنا دل کی دل ہی ہے فغاں ہے آہ و نالہ ہے
ستائیگا نہیں معلوم یہ دردِ نہاں کب تک

بتاؤں حال کیا اپنا نہ مرتا ہوں نہ جیتا ہوں
کہاں آؤں کدھر جاؤں کئے جاؤں فغاں کب تک

ہوا اشکوں سے تر دامن تری فرقت میں رو رو کر
رہے اب زرد رو عاشق برنگِ زعفراں کب تک

مری جاں اس قدر نہ حسن چندروزہ پہ اتراؤ
رہیگا لہلہاتا اس طرح یہ گلستاں کب تک

کبھی آنا کبھی جانا کبھی ٹھوکر لگا جانا
رہینگی تجھ میں او ظالم تری بیباکیاں کب تک

سبے باقی نہ لے سفاک اب ہم تیرے کشتوں میں
رہیگا پھر بھلا قاتل ترا خنجر رواں کب تک

لحد میں بھی دلِ مضطر ہمارا افسوس اچھلتا ہو
گھلائیگا غمِ فرقت ہماری ہڈیاں کب تک

پھرایا قیس کو بن بن منیر عشقِ مجازی نے
سنائیں کس کو افسانہ کریں کیا گیا بیاں کب تک

ولیم سنگھ منیر

پنڈت جواہر لال نہرو چیرمین الہ آباد میونسپل بورڈ نے تجویز کیا ہے کہ سول سٹیشن میں جن اصحاب کے بڑے بڑے احاطے ہیں ان پر مزید ٹیکس لگانا چاہیے اس معاملہ پر غور و خوض کے لئے ایک سب کمیٹی مقرر کیگئی ہے۔

غازمِ کلوری

گزشتہ سے پیوستہ

اس بھیڑ میں جو کہتی ہے اسکو صلیب دو
کیا یہ نہیں یقیں کہ کوئی ان میں ہو نہ ہو۔

چنگا کیا ہو جسکو ہی سے جس مریض کو
طالب ہو اُس کی موت کا محسن کشی سے جو

اُس میں ہوئے تھے سیر جو کھا کر ہزار ہا
اب اُس کے حق میں شیر ہیں آ کر ہزار ہا

وہ بیوہ غریب جو رکھتی تھی اک پسر
بیار چند روز ہا پھر گیا تھا مر

شق اس کا ہو گیا تھا دل اور چاک تھا جگر
روتی تھی اور کوئی نہ تھا اسکا چارہ گر

سمجھاتے ہیں سمجھاتے ہیں لوگ آ کے ریخ وغل
ہمدردی یونہی کرتے ہیں غم کھا کے بیچ میں

بڈھی نہ رو خدا نے دیا تھا سو لے لیا
چارہ نہیں قضا سے کوئی صبر کے سوا

ایسا ہی ہوتا آیا ہے دنیا میں جو ہوا
انساں کے اختیار میں بس ہے دعا دوا

خاکی بشر ہے چلتی نہیں ہے قضا سے کچھ
مرضی نہیں خلاف خدا کی رضا سے کچھ

میّت کو غسل دے کے کفن سے چھپائیں اب
کافور و عطرگل کے مُعطّر بنائیں اب

ہوتی ہے دیر جلد جنازہ اُٹھائیں اب
مٹی سے مٹی خاک میں اسکی ملائیں اب

یہ کہہ کے چار شخصوں نے کاندھے پہ دھر لیا
پتھر کا سینہ ماں نے بھی ناچار کر لیا

اب حُسنِ اتفاق سے یہ شخص بھی کہیں
پکڑے ہیں جس کو آج بصد غیض اور کیں

جاتا تھا اس طرف سے کسی کام کو یونہیں
میّت جدھر سے لاتا تھا وہ مجمعِ حزیں

وہ بھیڑ قبرگاہ کی جانب کو جاتی تھی
ماں پیچھے پیچھے آہ و بکا کرتی آتی تھی

رحم آ گیا جو رحمتِ عالی کو ایک بار
بولے ہجوم سے کہ ذرا ٹھہرو تو قرار

کہتا ہوں میں جنازہ کو کاندھے سے دو اُتار
دیکھوں تو میں بھی تا یہ حقیقت ہو آشکار

ماں بیقرار آتی ہے اور زار زار ہے
اس کیلئے کروں میں جو کچھ چارہ کار ہے

پادری عبدالحق صاحب کے لکچر

اب کی دفعہ پادری عبدالحق صاحب کے لیکچروں کے لئے شیخوپورہ میں خاص انتظام کیا گیا۔ ایک ہفتہ پہلے اشتہارات چھپوا کر بازاروں دوکانوں سکولوں، ہسپتالوں اور کچہریوں اور مختلف کوارٹروں اور ریلوے سٹیشن پر لگا دیے گئے اور اجلاس کے لئے ایک بڑا اور نفیس مکان تیار کیا گیا۔ دریوں اور کرسیوں کا باقاعدہ انتظام تھا مورخہ ۳۰ و ۳۱ مئی و یکم جون ۱۹۲۴ء ہر روز ۵ بجے شام لکچر شروع ہوتا تھا اور ۷ بجے کے بعد جلسہ برخاست ہوتا تھا۔

پہلے دن پادری صاحب کا لکچر دینِ حق پر تھا۔ اور دوسرے دن عدم تحریف بائبل پر پورے دو گھنٹے تقریر کی اور تیسرے دن تثلیث فی التوحید پر لکچر ہوا۔ اگرچہ محمدیوں کی تعداد جلسہ میں امید کے موافق نہ تھی۔ تاہم پادری صاحب نے مضامین مذکورہ بالا کے ادا کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ اس دفعہ پادری صاحب نے سب حاضرین کی لیاقت کا لحاظ رکھ کر مضامین کو صاف اور سلیس عبارت کو پیش کیا۔ اگرچہ منطق اور فلسفہ کے دریا



ہوائی پرواز آجکل کے جانبازوں کا کھیل ہو فرانسیسی ہوابازنے ہوابازی میں پرواز کرکے دُنیا کے گرد چکر لگا کر جو نام پیدا کیا ہے وہ تو بجا ہی خود مسلّم امریکہ انگلینڈ اور پرتگال کے ہواباز ہنوز ہوائی جہازوں سے پرواز کررہے ہیں کہ زمین کے کرہ کا سفر تمام کریں۔ تھوڑے دنوں میں ان جانبازوں کی کامیابی کی خوشیوں کی خبریں دنیا سنے گی۔ دوسری طرف یہ کوشش ہو رہی ہے کہ بذریعہ ہوائی پرواز قطب شمالی کو سرکیا جائے۔ یہ مہم بھی قطب شمالی کو روانہ ہونے والی ہے۔ یورپی انسانوں کے کارنامے واقعی حیرت انگیز ہیں۔ وہ اپنی اقوام کے لئے جو کچھ کرتے ہیں تعجب خیز ہے۔ جن اقوام کے فرزندوں میں جان نثاری اور جانبازی کی یہ کیفیت ہو وہ لاریب انسانی عالم میں غیر فانی اقوام کہلا سکتی ہے۔

مہاتما گاندھی کے پروگرام میں کوئی فرق نہیں آیا۔ جیل جانے سے پیشتر جو آپ کا پروگرام تھا وہ جیل سے رہا ہونے کے بعد بھی قائم رہا۔ اس سے نیشنل کانگرس کی تنظیم میں مشکلات پیدا ہوگئی ہیں آپ کے جیل میں رہنے کے عرصہ میں کانگرس کونسلوں کی شرکت کے طریق عمل کو جاری کرچکی۔ عدم تعاون کی جگہ تعاون پر اتر آئی۔ اس کے ممبران کے ایک حصہ کو عدم تعاون کے اصولوں کی پیروی میں ناکامی کا یقین ہوگیا۔ مہاتما گاندھی نے رہا ہوکر عدم تعاون کے اصولوں میں تل برابر تبدیلی کا اظہار نہ کیا۔ لہٰذا مہاتما گاندھی اور کانگرس میں اصولی تخالف پیدا ہوگیا۔ جس پر اخبارات میں بہت کچھ لکھا جاچکا ہے۔ کانگرس کی یہ اُلجھن سخت ہے۔ دیکھیں سلجھتی ہے یا نہیں؟

اکالی تحریک ہنوز بدستور جاری ہے۔ جتھے جیتو جارہے ہیں۔ سانویں جتھے کی گرفتاری ہوابھی چاہتی ہے۔ آٹھواں اور نواں جتھا بھی منزل مقصود تک پہنچا چاہتا ہے۔ باقی چار جتھے تیار ہورہے ہیں۔ آخر کبھی تو جتھوں کی روانگی بند ہوگی گورنمنٹ کی نظریں دور تک دیکھتی ہے۔

ٹبالہ بشارتی مہم کے نتیجے خادمان مسیحیت کو بیدار کرنے والے ہیں۔ مورخہ ۵ فروری سے ۱۵ مارچ تک پادری آئی یو ڈانیل صاحب نے جو میتھوڈسٹ کلیسیا کے خادم الدین ہیں اپنے مددگاروں کے ساتھ بشارتی مہم کی خدمت انجام دی۔ علاقہ ٹبالہ میں ۶۵۰ جلسے کئے۔ ۶۵۰۰۰ اشخاص کو انجیل سنائی۔ ۲۶۵ افراد کو بپتسمہ دیکر مسیحی جماعت میں شامل کیا۔ ۱۰۰ انجیلیں فروخت کیں۔ ۳۳۵ روپیہ چندہ ہوا۔ پادری ڈانیل صاحب کی خدمات قابل ستایش اور دیگر خدام کے لئے قابل تقلید ہیں۔

معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ ڈاکخانہ جات میں سرکلر آئے ہیں کہ جن پارسلوں یا وی پی وغیرہ کو لینے سے انکاری ہوں ان کے واپس آنے یا لا پتہ ہونے پر وی پی یا پارسل کنندگان سے نصف محصول ڈاک اور وصول کیا جائے۔ اس کی عملدرآمد یکم جولائی سے ہوگی یہ بھی سنا گیا ہے کہ ڈاکخانہ جات میں بک سٹال اور ادویات وغیرہ کی دوکانیں کھول جائینگی جیسی کہ سٹیشنوں پر کھلی ہوئی ہیں

البانیہ سے ایک جلاد کی موت کی خبر آئی ہے۔ اس کی عمر ۸۰ سال تھی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ تیس برس میں رہتا تھا۔ بھوک اور تنگدستی سے تنگ آکر اس نے خودکشی کرلی۔ اس نے عمر بھر میں ۱۲ آدمیوں پر ہاتھ صاف کیا تھا۔

اسلامیہ غریب گھر اور یتیم خانوں کی قائمی کی بھی سکیم پیش کی ہے۔ آخر میں آپ نے شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی مثال دی ہے اور لکھتے ہیں اس پروگرام پر عمل کرنے سے مسلمان ترقی کرسکتے ہیں۔

گورنمنٹ ہند کے پاس ۱۵ جون کو کل ۱۷۰۵۴۹۲۸۳۱ روپیہ ہے۔ جن میں وہ نوٹ بھی شامل ہیں جو ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔

بالشویک روسیوں نے حادثہ برائیا سے متاثر ہوکر فوج جمع کرنی شروع کردی ہے اس وقت تک ۱۵ لاکھ سپاہی جمع ہوگئے ہیں۔

بالشویک حکومت نے ان گیارہ ترکوں کو سزائے موت دی ہے۔ جو فسادات ترکستان کے باقی تھے۔

ترکی میں ایک مسجد کے امام کو اس جرم میں گرفتار کرلیا گیا تھا کہ اس نے قوم کو حکومت انگورہ کے فیصلہ خلافت کے خلاف اشتعال دلایا تھا۔ انگورہ کی عدالت فوجداری نے اس کے مقدمہ پر غور کیا گو ہر عدالت نے حکم دیا کہ اس شخص کو قانون خیانت وطنی دفعہ نمبر ۱ کے مطابق موت یا حبس دوام کی سزا دیجائے۔

وسٹ منسٹر کے ایک ہسپتال میں ایک بیمار داخل کیا گیا۔ ایام جنگ میں ایک ہوٹل کا ملازم ہوگیا تھا۔ ہسپتال میں جب وہ مرگیا تو بعد میں معلوم ہوا کہ وہ مرد نہیں عورت تھی۔

سید عطاء اللہ شاہ بیرسٹر جالندھر نے ایک کھلی چٹھی مولانا شوکت علی کے نام شائع کی ہے جس میں مسلمانوں کی مسجدوں کے تنظیم کا سوال اُٹھایا ہے اور لکھا ہے کہ اس تنظیم کے ذریعہ مسلمانوں کو ملک کے لئے مفید بنایا جاسکتا ہے۔





اپنی رضامندی کا اظہار نہیں کیا تھا۔ اس نہر کے لئے ایک مصری کمپنی ۲۰ کروڑ فرانک کے سرمایہ سے ۱۸۵۶ء میں قائم ہوئی۔ جس کے پانچ پانچ صد فرانک کے چار لاکھ حصص تھے۔ اس کمپنی کی تصدیق ۱۸۶۶ء میں ہوئی نہر کا باقاعدہ افتتاح ۱۷ نومبر ۱۸۶۹ء کو ہوا۔ اس کی تعمیر اور توسیع پر ۳۰ ملین پونڈ لاگت آئی ہے۔ توسیع ۱۸۸۵ء اور ۱۸۸۹ء کے درمیان کی گئی۔ برٹش گورنمنٹ نے ۱۸۷۵ء میں خدیو مصر سے ۱۷۶۶۰۲ حصے ۴۰ لاکھ ۸۰ ہزار پونڈ میں خرید لئے۔ جنکی قیمت آجکل تیس کروڑ چالیس لاکھ پونڈ خیال کی جاتی ہے۔ ان حصوں پر اب انگریزوں کو ۱۵ لاکھ پونڈ کا سالانہ نفع ہو رہا ہے۔ ایک بین الملی معاہدہ کی رو سے جس پر ۲۹ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو دستخط ہوئے تھے یہ نہر ہر قسم کی ناکہ بندی سے بری اور آزاد کر دی گئی اور تمام اقوام کے جہاز خواہ وہ تجارتی ہوں "مسلح" زمانہ امن اور زمانہ جنگ میں اس میں سے گذر سکتے ہیں۔ نہر کا انتظام ۳۲ ممبروں کی ایک کونسل کے سپرد ہے جس میں سے ۱۰ انگریز ہیں۔ جہازوں کو نہر میں سے گذرنے میں ۱۵ یا ۱۶ گھنٹے سے زیادہ خرچ نہیں ہوتے۔

اس نہر نے قنطرہ کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا ہے لکڑی کا نہایت طول طویل پل ہے۔ جو کشتیوں کے سہارے پانی پر کھڑا ہے۔ جہازوں کی آمد و رفت کے اوقات مقرر ہیں۔ اس وقت پل کے وسطی حصہ کو کھول دیا جاتا ہے۔ پل کے مختلف حصوں پر گوروں کا پہرہ رہتا ہے۔ معمولی روشنی کے علاوہ سرخ اور سبز روشنی بھی ہوتی ہے۔ جس کا عکس سطح آب پر جھلجھڑیاں چھوڑتا رہتا ہے۔ گو پل کو طے کرنے میں زیادہ وقت صرف نہیں ہوتا۔ مگر سیاح حیران رہ جاتا ہے کہ چونکہ چشم زدن میں ایشیا کے براعظم سے گذر کر سرزمین افریقہ میں داخل ہو گیا۔ قنطرہ میں آبادی کے آثار پائے جاتے ہیں۔ نہر کے کنارے ایک چھوٹی سی مسجد بھی نظر آتی ہے۔ مگر اس میں کلام نہیں کہ یہ ایک غیر معروف موضع تھا جسکو فوجی نقل و حرکت نے رونق بخشی ہے۔ ورنہ یہ اسی صحرائے سینا میں ہے جس نے حضرت موسٰے علیہ السلام اور ان کی جماعت کو چالیس سال سرگرم طواف رکھا۔ جہاں آب و دانہ میسر نہ تھا اور ان کو بہشتی خوراک پہنچا کرتی تھی جس کی تعویل یوں ہے کہ صحرائے سینا پر کہر چھا جاتا تھا۔ اور اس کے دور ہوتے ہی مٹر کے برابر ریت کی سطح پر بے شمار دانے نظر آتے تھے جنکو لوگ بطور غذا استعمال کر لیتے تھے۔ ان کا ذائقہ شیریں اور خوشگوار ہوتا تھا۔ خواہ کچھ ہی ہو مگر اس میں شک نہیں کہ یہاں آب و دانہ مہیا کرنے کی کوئی ظاہری سبیل نظر نہیں آتی۔ جانب غرب مصر کی شاداب زمین ہے۔ اس کی اہمیت ترکی مجاہد اعظم (کمانڈر ان چیف) جنرل جمال پاشا کی ایک جنبش سے پیدا ہوئی۔ جبکہ دوران جنگ میں وہ حیرت انگیز طور پر اس صحرائے لق و دق کو دنیا میں پہلی مرتبہ عبور کرکے ایک دستہ فوج کے ساتھ سرحد مصر پر حملہ آور ہوا تھا۔

قنطرہ کے وسط میں جہاں انگریزی افواج خیمہ زن ہیں نہایت وسیع انگریزی قبرستان نظر آتا ہے۔ جس میں صدہا سنگ مرمر کے صلیبی نشان ہیں یہ ان انگریزوں کی مرثیہ خوانی کر رہے ہیں جنکی قسمت میں اپنے خون سے اس صحرا کو رنگنا ہی لکھا تھا۔

میں سیر میں مشغول تھا کہ ایک مصری افسر نے مجھ سے کہا کہ ڈاک کا جہاز گذرنے والا ہے چنانچہ لکڑی کا پل اٹھا دیا گیا۔ یہ جہاز ہندوستانی ڈاک کا "سیل اسٹیمر" "ز گنڈا" تھا جس کی مالک پی اینڈ او کمپنی ہے۔ جب جہاز نہر میں سے گذرتا ہو تو اس وقت کا نظارہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی ایک چھوٹی سی دھار میں سے بحری دیو رینگتا ہوا جا رہا ہے۔ نہر کے کنارے کنارے مصری ریلوے لائن (سکۃ الحدید) ہے جب مصری ریل نہایت تیز رفتاری سے گذرتی ہے تو مسافران جہاز حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے رہ جاتے ہیں۔

ویدک دھرم اور الہام پر لیکچر

۲۶ و ۲۷ ماہ جون کو بیرون لوہاری دروازہ لاہور "ویدک دھرم اور ویدک الہام" پر لیکچر ہوئے۔ بحکم روز اول مولوی ثناء اللہ صاحب نے توحید پر تقریر کی اور فرمایا کہ آریہ سماج کا دعوے ہے کہ اوم خدا کا ذاتی نام ہے۔ مگر اس کی یہ تعلیم ویدوں میں نہیں ملتی اور آخر میں آریہ سماجیوں سے مطالبہ کیا کہ

(۱) رگ وید میں سے جو کہ صرف گیان کانڈ ہے۔ اوم پرماتما کا ذاتی نام دکھا دیا جائے

(۲) اور کوئی وید منتر پیش کیا جائے جس میں یہ تحریر ہو کہ اوم ایک ہے۔

(۳) وہ منتر پیش کرو جس میں لکھا ہو کہ آدم سرب شکتیمان۔ سرب انتریامی۔ سرو آدھار۔ سرو الپیر ہے وغیرہ وغیرہ۔

(۴) مطالبہ لفظی ہے معنوی نہیں۔ کیونکہ سوامی دیانند جی نے الٰہی صفات کو اومی قرار دیا ہے

آخر میں آریہ سماج کو جواب کے لئے موقعہ دیا گیا۔ اور چار سماجی دوست۔ الپیشر خیہ آریہ۔ مہاشہ گروھاری لال ہوشیار پوری ممبر آریہ سماج انار کلی لاہور۔ مہاشہ رچی رام اور سوامی نتمدانند بنارسی صاحبان مقابلہ کے لئے آئے مگر ایک بھی دعوے کو توڑ نہ سکے۔ مولوی صاحب نے بار بار للکار کر کہا کہ یہ وید رکھے ہیں ان میں سے لفظ اوم اور اس کے متعلقہ مطالبات نکالو۔ مگر جب نہ ہو

کیا کرتے۔ یہ ناکامی دیکھ کر خود دوست کہنے لگے کہ ہم تیار نہیں تھے۔

دوسرے روز پھر مولوی عصمت اللہ صاحب آ گئے اور الہام کی تعریف اور وید کے الہام پر زبردست تقریر کی جس کا خلاصہ حسب ذیل ہے کہ

الہام کی مکمل تعریف ویدوں میں نہیں۔ زبان سنسکرت میں الہام کے مقابل میں کوئی لفظ نہیں۔ کسی وید منتر سے ثابت نہیں ہوتا کہ وید چار رشیوں پر نازل ہوئے آریہ سماج کی مسلمہ شرائط الہام کی رو سے بھی وید الہامی ثابت نہیں ہو سکتے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ الہام وہ ہے جو سب سے اول ہو۔ مگر ویدوں میں پرانوں کا ذکر آتا ہے۔ لہٰذا پران ویدوں سے پہلے ہونے کے باعث الہامی مانے جانے چاہئیں نہ کہ وید۔ دوسری یہ شرط ہے کہ الہام میں کسی خاص شخص کا نام اور تاریخی تذکرہ نہ ہو۔ مگر ویدوں میں گنگا جمنا۔ سرسوتی وغیرہ ندیوں۔ امبا۔ امبکا۔ امبالکا وغیرہ عورتوں اجودھیا وغیرہ شہروں کے نام اور ان کی آبادی کا تذکرہ ہے۔ لہٰذا وید الہامی نہیں۔ تیسری شرط یہ ہے کہ الہام وہ ہو جس کی تعلیم سب کے لئے یکساں ہو۔ مگر وید کی تعلیم میں مساوات بالکل مفقود ہو چنانچہ برہمنوں۔ چھتری ویش اور شودر وں کے لئے جدا جدا احکام اور تعلیم ہے حتیٰ کہ شودر تو وید پڑھنے کا حق ہی نہیں رکھتے اس شرط کے ماتحت بھی وید غیر الہامی ہوئے۔

ان مطالبات کو توڑنے کے لئے آج کسی آریہ کو جرأت نہ پڑی بلکہ لاجواب پر مہر کرنے کی خاطر گھروں کو روانہ ہو گئے۔ بارہا یاد دلایا گیا کہ کل سماج نے اپنے آدمی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا مگر کوئی بھی سامنے نہ آیا۔

اسکے بعد مولوی عبدالحق فاضل سنسکرت کا مختصر لکچر اس موضوع پر ہوا۔ آپ نے مندرجہ ذیل مطالبات پیش کئے۔

(۱) وید تعداد میں کتنے ہیں (۲) وید کب نازل ہوئے (۳) وید کہاں نازل ہوئے (۴) وید کن پر نازل ہوئے (۵) وید کن لوگوں کے واسطے نازل ہوئے۔

ویدوں ہی کی عبارات سے جواب پیش کرو۔ مگر مباحثہ صاحبان تو میدان ہی چھوڑ بھاگے مطالبات کی تردید کیا کرتی تھی؟ جو خفت ونداست آریہ سماج لاہور کو ان لکچروں میں ہوئی اس کا تذکرہ اہل شہر کی زبانوں پر ہے اور آریہ سماجیوں کے دل ہی جانتے ہونگے کہ کیا گذری بہر حال آریہ سماج کی ہٹ معلوم ہو گئی۔ قمان

اُردو کتابیں

فرمائش پر نورافشاں کا حوالہ ضرور دیا جائے

سٹینلی سیاح افریقہ کی سیاحت۔ دریافتوں اور فیض رساں کوششوں اور کارناموں کے دلچسپ حالات باتصویر صفحہ ۸۳ - ۲ر

سورج۔ چاند۔ ستارے۔ علم ہیئت کی ابتدائی کتاب۔ زمین اور اُسکے رشتہ دار۔ نظام شمسی کے حالات ستاروں سیاروں۔ دُمدار تاروں وغیرہ پر مفصل بحث باتصویر صفحہ ۴۲ - ۳ قیمت ۳ر

تفسیر انجیل یوحنا۔ مصنفہ پادری عماد الدین صاحب (پادری کلارک صاحب۔ ایک ایک آیت کی تفسیر مع مفید حواشی نہایت ضخیم کتاب ہو اور حد سے زیادہ گرانمایہ۔ صرف چند جلدیں رہ گئی ہیں جلد خریدیں بڑی تقطیع صفحہ ۵۰۳ اصل قیمت ۲ اور حاشی ۷ر

تفسیر کتاب اعمال (از مصنفان مذکورہ بالا) آیت وار تفسیر مع فوائد وحواشی چند جلدیں باقی ہیں اور ایسی ضخیم کتب کا دوبارہ چھپنا مشکل ہوتا ہو لہٰذا ابھی سے ایک جلد خرید کر رکھ لیں شائقین کا پڑھنے تقطیع کلاں صفحہ ۶۲۳ اصل ۱۲ اور حاشی ۶ر پتا ہم

تفتیش الاولیا۔ اہل اسلام کا علم تصوف۔ صوفیوں کی قسمیں اور اُن کے طریقہائے ریاضت۔ دعاوی اور تناسخ اور صوفیا کی موجودہ حالت صفحہ ۱۶۷ ہر پتہ

سکرٹیری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

بیرنگ ہائی سکول ٹبالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس۔ خوشنما اور فراخ کھیل کا میدان لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اہل تعلیم یافتہ ہیں [illegible] کے داخل ہونے کی گنجایش ہے۔ لہٰذا اطلاع کیا جاتا ہے داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر :- پرنسپل بیرنگ ہائی سکول ٹبالہ ضلع گورداسپور

یونگ کرسچن ہائی سکول لودھیانہ

یہ یونگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصہ سے جاری ہے۔

مشن بورڈ نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے یکم اپریل ۱۹۱۲ء سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے۔

شرح خرچ خوراک لوئر پرائمری میں فی طالب علم پانچ روپیہ اور پرائمری سے بالائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس کا کم ہے متفرق اخراجات کے لئے ڈیڑھ روپیہ ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں کی قیمت اور سٹیشنری اس کے علاوہ ہے۔

اس سکول میں قسم قسم کا فرنیچر شلا میز کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جز کشا ما عہ سے ما لہ تک گروکو ٹل عہ سے عہ تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

ایڈیٹر ڈبلیو جے کلارک صاحب ایم۔ اے۔ مینیجر نورافشاں ایمپرس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پروپرائٹر چھپا